سمندر میں خواہ کتنے ہی بھٹکتے پھریں، منزلِ مقصود تک کبھی نہیں پہنچ سکتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب اللہ سے الگ کر دیجیے تو خدا کا راستہ پانے کے بجائے آدمی ناخدا ہی کو خدا بنا بیٹھنے سے کبھی نہیں بچ سکتا۔ لہٰذا آیئے ہم دیکھنے کی کوشش کریں کہ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا عکس کس طرح پیش کرتا ہے اور اس مقصد کے لیے جب ہم قرآنِ کریم کی رجوع کرتے ہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت و سیرت کے مندرجہ ذیل پہلو پوری طرح نکھر کر ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔

حضورؐ کا منصبِ رسالت

سب سے اہم اور بنیادی بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت و مقام کے بارے میں قرآن کریم سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اسی طرح کے رسول، جس طرح کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی گزر رہے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

(آل عمران - ۱۴۴)

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں"

رسالت کے ساتھ مقامِ عبدیت

دوسری اہم خصوصیت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے بندے بھی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کا ذکر اہتمام سے کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ - (البقرہ - ۲۳)

"اور اگر تمہیں اس بات میں کوئی شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے
بندے پر اتاری ہے، تو اس کی مانند ایک سورۃ ہی بنا لاؤ۔"

اور سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

روشن ہو کر سامنے آگئی، میں اسے جلد از جلد آپ کے علم میں لانا ضروری سمجھتا ہوں، سیّدنا مولانا مودودیؒ اپنی کتاب "جماعتِ اسلامی کا مقصد، تاریخ اور لائحہ عمل" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جہاں عوام الناس کے ووٹوں سے حکمران منتخب کیے جاتے ہوں، وہاں اگر بگاڑ پایا جاتا ہے تو لامحالہ اس کا سرچشمہ چار ہی چیزیں ہوں گی۔

۱۔ عوام الناس کی بے شعوری اور اخلاقی گراوٹ۔

۲۔ ایک ایسے با اثر طبقے کی موجودگی جو عوام کی ان کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اقتدار کی مسندوں پر قبضہ جما رہا ہو اور معاشرے میں ایسے متعدد عناصر کی موجودگی جو ان علمبردارانِ شر کے حامی و ناصر ہوں۔

۳۔ نظم و نسق کی مشینری کا ایسے بے ضمیر اور نافرض شناس کارکنوں کے ہاتھ میں ہونا جو آئین کے حدود توڑ کر انتخابات میں بگاڑ کے علمبرداروں کی مدد کرتے ہیں، اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

نہیں ٹھونسی جاسکتی۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک کے لیے ناگزیر ہے کہ تبلیغ، تلقین اور تفہیم کے ذرائع اختیار کرکے لوگوں کے عقائد و افکار بدلے جائیں، ان کے سوچنے کے انداز بدلے جائیں۔ ان کی اقدار (VALUES) بدلی جائیں، ان کے اخلاق بدلے جائیں۔ اور ان کو اس حد تک اُبھار دیا جائے کہ وہ اپنے اُوپر جاہلیت کے کسی نظام کا تسلط برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہوں.......... اور آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اسلامی نظام کو عملاً برپا کر دینے کے لیے کوئی اقدام اُس وقت تک نہیں کیا جاسکتا، جب تک اس مقصد کے لیے کام کرنے والوں کو اس نوعیت کی عوام تائید حاصل نہ ہو جائے۔ (تصریحات - ۲۱۸)

۴- انتخاب کے طریقِ کار میں ایسی بنیادی غلطیوں کا موجود ہونا جن کی وجہ سے صحیح انتخاب نہ ہو سکتا ہو۔"

ان چاروں اسبابِ خرابی کو اگر کوئی شخص اچھی طرح سمجھ لے تو اُسے اِس امر میں کوئی شک نہ رہے گا کہ جب تک یہ اسباب باقی ہیں قیادت کبھی فساق و فجار کے ہاتھ سے نہیں نکل سکتی۔ اور صالح نظام کبھی برپا نہیں ہو سکتا۔"

" اصلاح جب بھی کرنی ہو اِس طرح کرنی پڑے گی کہ براہ راست انتخابات میں دخل دیا جائے۔ اور پیہم منظم کوشش اور حکیمانہ تدابیر کے ساتھ ان خرابیوں کی جڑیں کاٹی جاتی رہیں"۔ (ص ۱۱۶-۱۱۵)

۱۹۵۱ء میں راقم بھی جماعتِ اسلامی کا نمائندہ تھا اور اس کے بعد اکثر انتخابات میں اہم ذمہ داری ادا کرتا رہا ہے۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ ہم نے انتخابات میں تو باقاعدگی سے حصہ لیا ہے مگر ان خرابیوں کے اسباب یوں واضح ہو کر نہ سامنے آئے اور نہ اُن کو پوری طرح سمجھا۔

اب جب کہ ہماری پیش رفت اطمینان بخش نہیں ہے اور اس کے اسباب بھی ناقابلِ تردید صورت میں خود سید مودودیؒ کے الفاظ میں سامنے آگئے ہیں تو ہمیں کسی تحفظ اور لیت و لعل کے بغیر ان کے سدباب کے طریقوں پر غور کرنا چاہیے۔

راقم نے ان اسباب کا جو جائزہ لیا ہے وہ پیشِ خدمت ہے۔

عوام کی بے شعوری اور اخلاقی کمزوریاں

عوام کی سوچ پر عملاً ابھی تک دین و سیاست کی علیحدگی کا تصور غالب ہے۔ وہ ابھی تک عبادات کے دائرہ سے باہر کے اُمور میں دین کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے۔ ان کی نظروں میں "معیاری مسلمان" کا تصور صحابہؓ کی طرح مکمل طور پر اسلامی احکامات پر عمل کرنے والا فرد نہیں، بلکہ ایک خاص عالمانہ وضع قطع یا گوشہ نشین عبادت گزار ہونا ہے[۱]

[۱] حالانکہ وہ دوسری طرف ایسے لوگوں کو سیاسی رہنمائی و نمائندگی کے قابل نہیں سمجھتے۔ (ن ص)

ان کے لیے اپنے فرقہ کے کلامی اور فروعی مسائل کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ انہیں اسلام کے بنیادی اصولوں اور اس کے احکامات کے نفاذ سے برائے نام دلچسپی ہے۔

o۔۔۔ وہ اسلام کو نظامِ زندگی ماننے لگے ہیں، مگر زندگی کے مسائل کے حل کے لیے سیکولرازم اور سوشلزم کی طرف ہی لپکتے ہیں۔ گویا وہ اسلام کو اپنی مشکلات کا حل نہیں سمجھتے۔

o۔۔ ان کا تصورِ آخرت یہ ہے کہ کلمہ کے زبانی اقرار کے بعد بہشت پر ان کا حق ہے، بس ذرا گناہوں کے بدلے چند روز دوزخ کی سیر کرنی پڑے گی۔ اس لیے وہ خدا اور رسول کے احکامات کی پوری پوری پابندی اور گناہوں سے احتراز ضروری نہیں سمجھتے۔ (بعض تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضورؐ ان کی شفاعت کے لیے منتظر کھڑے ہیں اور وہ ہر کلمہ گو کو جنت میں پہنچا دیں گے۔ نعوذ باللہ)

o۔۔ جائز و ناجائز مفاد کے حصول کے لیے جائز و ناجائز سفارش کرانا اور رشوت سے کام نکلوانا ان کے نزدیک ناگزیر ہے۔

o۔۔۔ ان کے نزدیک سیاست نام ہے ذاتی، برادری، علاقہ اور طبقہ کے مفادات کی حفاظت۔ اسلام، ملک اور قوم کے مفادات کی پامالی کا احساس بڑی حد تک مفقود ہے۔

o۔۔۔ زندگی کا مقصد "دنیا" بن گئی ہے۔ آخرت سے محبت اور تعلق برائے نام رہ گیا ہے۔

با اثر طبقے کا اقتدار پر قبضہ انگریزوں نے جن جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور افسرشاہی کی مدد سے ہمیں غلام بنا رکھا تھا، وہی گروہ اقتدار پر قابض ہے وہ عوام کو جمہوریت سے محروم رکھ کر انہیں اسلام سے دُور لے جانے میں کوشاں ہے تاکہ نفاذِ اسلام سے اس کے مفادات اور اقتدار کا خاتمہ نہ ہو جائے۔

o۔۔۔ برسراقتدار گروہ عوام کو ذاتی، برادری، علاقہ، فرقہ اور طبقہ کے مفادات

کا لالچ دے کر اور ان کو تعصبات میں اُلجھا کر ان سے ووٹ حاصل کرتا ہے۔

برسرِاقتدار کے حامی عناصر مفاد پرست چوہدری، سیاسی کارکن، برسرِاقتدار گروہ کی سرپرستی میں رشوت، دلالی، ناجائز سفارش اور سینہ زوری سے عوام کو قابو میں رکھتے ہیں اور اپنے آقاؤں کی حمایت کر کے انہیں انتخابات میں کامیاب کراتے ہیں۔

د۔ مفاد پرست صحافی، دانشور اور فن کار ذرائع ابلاغ کی مدد سے عوام کو اسلام اور ملّت کے حقیقی مفادات سے بے خبر رکھ کر اور طرح طرح کے چکر چلا کر برسرِاقتدار گروہ کا سیاسی تشخص بڑھاتے ہیں۔

ہ۔ برسرِاقتدار گروہ کے سیاست دان خواہ اسلام کا نام لیں یا سوشلزم یا سیکولرازم کا، مولوی حضرات کا ایک گروہ ضرور ان کے ساتھ ہوتا ہے تاکہ عوام اسلام اور غیر اسلام میں تمیز ہی نہ کر سکیں۔

افسر شاہی کا مفاد پرست سیاست دانوں کی مدد کرنا افسر شاہی کا وجود اس لیے قائم کیا گیا تھا کہ وہ انگریزوں کے سامراجی اقتدار کی خدمت اور حفاظت کی خدمات سرانجام دے، آزادی کے بعد ان کا کام ہر جائز و ناجائز طریقہ سے برسرِاقتدار گروہ کے اقتدار کی حفاظت کرنا ہے۔

ہ۔ افسر شاہی برسرِاقتدار گروہ کی جائز و ناجائز سفارشیں مان کر عوام میں ان کے اثر و رسوخ کو مستحکم کرتی ہے، انہیں قرضے، پلاٹ، لائسنس، پرمٹ اور مالی مفادات حاصل کرنے اور اپنی مالی حیثیت مستحکم کرنے میں مدد دیتی ہے اور انتخابات میں دھاندلی کرنے میں مددگار بنتی ہے۔

م۔ افسر شاہی مفاد پرست سیاست دانوں کی دعوتوں اور تقریبات میں شریک ہو کر ان کے رُعب و دبدبہ میں اضافہ کرتی ہے۔

ہ۔ افسر شاہی اور برسرِاقتدار گروہ کا گٹھ جوڑ اس حد تک ہو چکا ہے کہ یہ ایک دوسرے کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں کہ بڑی سے بڑی بدعنوانی اور دھاندلی

پر نہ کسی پر مقدمہ چلتا ہے اور نہ کسی کو سزا ملتی ہے۔ یہ سب ایک گروہ ہیں اور خود کو حکمران گروہ سمجھتے ہیں۔ ان کا اختلاف اختیارات حاصل کرنے میں ہے۔ اسلام کا نفاذ روکنے اور عوام کو محروم رکھنے میں متفق ہیں۔

ہ۔ بلدیاتی انتخابات میں اپنے حامیوں کو، جن کا کام رشوت، دلالی اور سفارش بازی سے عوام کو اپنا ممنون بنا کر ووٹ لینا ہوتا ہے، کامیاب کراتے ہیں اور پھر ان کی مدد سے ضلع، صوبہ اور مرکز کے اداروں کے انتخابات جیتے جاتے ہیں۔

انتخابی طریق کار میں غلطیاں

الیکشن کمیشن کو وہ اختیارات ہی نہیں دیے جاتے، جو منصفانہ اور اسلامی انتخابات کے لیے ضروری ہیں۔

ہ۔ انتخابی حلقوں کی مستقل حد بندی نہیں کی جاتی۔ ہر انتخابات پر ان میں اپنی مرضی سے ردو بدل کیا جاتا ہے۔

۔ ووٹر کی شناخت کا اندراج جان بوجھ کر مبہم بنا دیا گیا ہے تاکہ جعلی ووٹنگ کا دروازہ کھلا رہے۔ اگر انگریز کے دور کے طریقہ پر ہر ووٹر کا ذات، پیشہ، حلیہ اور شناختی نشان درج ہو تو جعلی ووٹنگ نہیں ہو سکتی۔

ہ۔ جعلی ووٹر کو چیلنج کرنا مشکل بنا دیا گیا ہے۔

ہ۔ پولنگ پر ایسے محکموں اور عہدوں کے افسر لگائے جاتے ہیں جن کو آسانی سے دبایا جا سکے۔

ہ۔ پولنگ کی حفاظت کا انتظام تسلی بخش نہیں ہوتا جس سے پولنگ کا عملہ بے بس ہو جاتا ہے۔

ہ۔ امیدوار کی نامزدگی کا طریقہ اور معیار انتخاب غیر اسلامی اور غیر جمہوری ہے۔

ہ۔ اصولی اور جماعتی سیاست کو کمزور کرنے اور اپنی ذات اور مفاد پرستانہ سیاست کو جاری رکھنے کے لیے متناسب نمائندگی کا طریقہ اختیار کرنے سے گریز کیا جا رہا ہے۔

اس ساری تفصیل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سیدنا مودودیؒ نے جن اسباب کو دور کیے بغیر انقلاب قیادت کو ناممکن بتایا تھا وہ ساری خرابیاں نہ صرف موجود ہیں،

بلکہ پہلے سے وسیع اور مؤثر بنا لی گئی ہیں۔
جب تک ان "اسباب" کو سامنے رکھ کر "پیہم منظم کوششوں" اور "حکیمانہ تدابیر" سے ان کا انسداد نہ کیا جائے گا، کامیابی ناممکن نہیں تو نہایت مشکل ضرور ہے۔
اگر ہم انتخابات میں کامیابی چاہتے ہیں تو ہمیں ایسا پروگرام بنانا ہوگا کہ ہم ان تمام اسباب خرابی کو اس حد تک ختم کر سکیں کہ وہ مؤثر نہ رہیں۔ اِس مقصد کے لیے صرف انتخابات میں حصہ لینا ہی کافی نہیں، بلکہ ایک ایسا جامع نقشۂ کار بنانا ہوگا، جو ان تمام مقاصد کو احاطہ کر سکے جو ہماری کامیابی کے لیے ضروری ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:
۱۔ عوام کی فکری اور اخلاقی اصلاح کہ ان کی اکثریت حق کو حق تسلیم کر کے اس کا ساتھ دے سکے۔
۲۔ برسرِ اقتدار گروہ "جاگیردار، سرمایہ دار اور افسر شاہی" کے کردار اور ان کے "حامیوں" کے ہتھکنڈوں کو اس حد تک عیاں کر دینا کہ عوام ان سے دھوکہ نہ کھائیں اور نہ ان کی ترغیبات کا شکار ہوں۔
۳۔ افسر شاہی پر اس قدر عوامی دباؤ ڈالنا اور عدالتی و محکمانہ کارروائیوں سے انہیں بدعنوانی سے روکنا اور باضمیر افسران اور عملہ کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان کو تحفظ دینا۔
۴۔ انتخابی طریقۂ کار کی تمام خرابیوں کو دور کرنا اور ہر موقعہ پر انتخابی خرابیوں کی اصلاح کی کوشش کرنا، اور عوام کو اس قدر بیدار کرنا کہ انتخابی دھاندلی ممکن ہی نہ رہے۔ (باقی)